تو اُس کی کوتاہی کو جانتا ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جماعت کو وہ بڑے معقول دلائل دے کر مطمئن کر سکتا ہے، مگر خدا کو تو کسی طرح دھوکا نہیں دے سکتا۔ اُسے اِس سارے معاملہ پر اس لحاظ سے سوچنا چاہیے کہ اُس وقت وہ کیا جواب دے گا جب اس سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کے بندے، تیرے لیے ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کا انتظام بھی کر دیا گیا اور ہمارے کام کے لیے تجھے فکرِ معاش سے بھی فارغ کر دیا گیا، پھر بھی تو نے اس کام میں جان نہ لڑائی! اس طرح اپنا محاسبہ کر کے ہر فارغ کارکن اپنی اُلجھن کو خود دُور کر سکتا ہے۔

رہی اُن لوگوں کی اُلجھن جو اسے فارغ کرتے ہیں، تو اُن کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ کوئی معمار کا کام تو ہے نہیں کہ روز آپ آکر گِن لیں کہ آج کتنی اینٹیں رکھی گئیں۔ اِس حساب سے اگر آپ نے دیکھنا شروع کیا تو ظاہر بات ہے کہ کوئی فارغ کارکن بھی، امیر جماعت سمیت، اِس قابل نہیں رہے گا کہ اپنے کام سے آپ کو مطمئن کر سکے۔ آپ کو صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ فارغ کارکن اپنا وقت اور اپنی محنت فرض شناسی اور دل کی لگن کے ساتھ اُسی کام میں صَرف کر رہا ہے یا نہیں جس کے لیے اُسے فارغ کیا گیا ہے؟ وہ فضول کاموں میں تو اپنا وقت ضائع نہیں کر رہا ہے؟ وہ جماعت سے معاوضہ لے کر اپنے ذاتی مقاصد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے میں تو لگا نہیں رہتا؟ ایسی کوئی شکایت اُس سے نہ ہو تو آپ اِس لحاظ سے اس کے کام کو نہ جانچیں کہ اس کی کوششوں سے نتائج کس قدر برآمد ہوئے ہیں۔ یہ کام تو ایسا ہے کہ بسا اوقات ہفتوں اور مہینوں ہی نہیں، برسوں ایک شخص اپنی جان کھپاتا رہتا ہے اور پھر بھی ایسے نتائج برآمد نہیں ہوتے جنھیں ناپ کر اور تول کر دیکھا جا سکے۔ دعوت ہزارہا آدمیوں تک پہنچائی جاتی ہے مگر صرف چند آدمی اسے قبول کرتے ہیں، اور اُن کے بارے میں بھی یہ ضمانت کسی کے پاس نہیں ہوتی کہ وہ کتنے مخلص ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء کو بھی ان کی مساعی کے نتائج اور ماحصل کے لحاظ سے نہیں جانچا ہے، بلکہ صرف اس لحاظ سے جانچا ہے کہ انھوں نے اپنا فرض کماحقہٗ ادا کر دیا ہے یا نہیں۔ نتائج کے لحاظ سے جانچا جاتا تو معاذ اللہ وہ انبیاء تک ناکام قرار پاتے جن کی کوششوں سے کوئی ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔ حضرت لوطؑ ہی کی مثال دیکھ لیجیے جن کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ۔ "ہم نے وہاں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا"۔ اور یہ گھر خود حضرت لوطؑ کا تھا جس میں اُن کی بیوی تک عذاب کی مستحق پائی گئی۔

جماعت پر جمود کیوں طاری ہے اور اس کا علاج کیا ہے؟

سوال: "ایک طرف تحریکِ اسلامی پورے عالم میں تیزی کے ساتھ متعارف ہو رہی ہے حتّٰی کہ کمیونسٹ

ممالک میں بھی اس کی گونج سنائی دے رہی ہے، دوسری طرف پاکستان میں یہ بات بہت بُری طرح کھٹکتی ہے کہ یہاں جماعت کے لوگوں اور خصوصاً ارکان کے اندر جمود کی کیفیت طاری ہے اور اکثر حضرات کی کیفیت بالکل ویسی ہو چکی ہے جیسی نسلی مسلمان کی ہے۔ یہ بات تحریک کے مستقبل کے بارے میں کسی لحاظ سے حوصلہ افزا نہیں ہے۔ اس رُجحان کو بروقت روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو خدانخواستہ آج تک کی تمام کوششوں پر پانی پھر جانے کا خطرہ ہے۔ آپ کے نزدیک اس کیفیت کے طاری ہونے کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں اور اس کے مداوا کے لیے کونسی تدبیر مؤثر ہو سکتی ہے؟"

جواب: اس سوال میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں جو باہم مُتناقِض ہیں۔ ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ تحریکِ اسلامی پورے عالم میں تیزی کے ساتھ متعارف ہو رہی ہے، اور دوسری بات یہ کہ پاکستان میں جماعت پر جمود طاری ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہاں جمود طاری ہے تو سارے عالم میں تحریک اسلامی تیزی کے ساتھ کیسے پھیل رہی ہے اور کون پھیلا رہا ہے۔ میں آغاز ہی میں اِس تناقُض کی طرف اس لیے توجہ نہیں دلا رہا ہوں کہ آپ کو کسی غلط قسم کی خود اعتمادی میں مبتلا کروں، بلکہ میرا مدعا آپ لوگوں کو صرف یہ احساس دلانا ہے کہ اپنے کام کا جائزہ لیتے وقت نہ مثبت پہلو میں مبالغہ سے کام لینا چاہیے اور نہ منفی پہلو میں۔ بسا اوقات آدمی خود جامد ہوتا ہے اور اپنا جمود اسے ساری جماعت میں نظر آنے لگتا ہے۔ بسا اوقات آدمی بہت زیادہ پُرجوش ہوتا ہے اور جماعت کو جب وہ اپنی توقعات اور تمناؤں کے مطابق تیز رفتار نہیں پاتا تو کہتا ہے کہ اس پر جمود طاری ہے۔ بسا اوقات ایک شخص اپنے ذہن میں کام کا کوئی خاص نقشہ یا تصوُّر رکھتا ہے اور جب جماعت اُس نقشے یا تصور پر کام کرتی نظر نہیں آتی تو وہ خیال کرتا ہے کہ جماعت کوئی کام نہیں کر رہی ہے۔

اس طرح کے مبالغوں سے بچتے ہوئے جماعت کے ہر فرد کو بھی اور پوری جماعت کو بھی بے لاگ جائزہ لینا چاہیے کہ کیا فی الواقع وہ جمود میں مبتلا ہے؟ اور اگر ہے تو اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا ایک سبب یہ ہو سکتا ہے کہ جماعت کے لوگ اُس عہد ہی کو فراموش کر گئے ہوں جو جماعت میں داخل ہوتے وقت انھوں نے اپنے خدا سے کیا تھا۔ یہ سبب اگر خدانخواستہ واقعی موجود ہے تو ہم سب کو اور ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ اپنے رب کے ساتھ یہ عہد ہم نے کسی مجبوری سے کیا تھا یا برضا و رغبت؟ بے سوچے سمجھے کیا تھا یا خوب سوچ سمجھ کر پورے شعور کے ساتھ؟ کسی دُنیوی غرض کے لیے کیا تھا یا اپنے ایمان کا تقاضا سمجھ کر خالص